

بسلسلۂ حفاظت اسلام و مسلمین

رسالۂ

نادان وہابی

از

حضرت مولینا خواجہ حسن نظامی

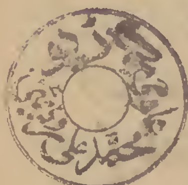
ساکن درگاہِ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رضہ دہلی

جس کو

ہندوستان و بیرون ہندوستان کے تمام تبلیغی رفیقوں میں تقسیم کرنے

کیلئے

کارکن حلقۂ مشائخ دہلی نے



یکم ربیع الاول سنہ ۱۳۴۴ھ مطابق ستمبر سنہ ۱۹۲۵ء میں شائع کیا

تعداد پانچہزار — مطبوعہ محبوب المطابع برقی پریس دہلی — بلاقیمت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نادان وہابی

بعد حمد وصلوٰۃ کے ہندوستان اور بیرون ہندوستان کے سب مسلمان مردوں اور عورتوں کو معلوم ہونا چاہیئے خواہ وہ سنی ہوں یا شیعہ، مقلد ہوں یا غیر مقلد۔ وہابی ہوں یا صوفی۔ غرض کوئی بھی عقیدہ رکھتے ہوں مگر ہر مسلمان کو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ سے خاص تعلق ہے۔ اور یہ دونوں مقامات مقدسہ ہر عقیدہ کے مسلمان کا حقیقی مرکز اور اصلی ٹھکانہ ہیں۔

جب سے سابق شریف مکہ نے ترکوں سے باغی ہوکر حجاز میں اپنی خودمختاری کا اعلان کیا، اور بعض غیر مسلم حکومتوں سے تعلقات بڑھا کر ایک طریقہ سے مسلمانوں کو یہ شبہ کرنے کا موقع دیا کہ حرمین شریفین میں غیر مسلم حکومتوں کا اقتدار درپردہ اپنے پاؤں جما رہا ہے۔ اسوقت سے دنیا کا ہر مسلمان بے چین و بے قرار ہے۔

اس خطا کے علاوہ جو سابق شریف مکہ سے صادر ہوئی ایک بڑی تکلیف سالہا سال مسلمانوں کو اس باغی شریف مکہ کے ہاتھوں یہ بھی برداشت کرنی پڑی کہ اس نے حاجیوں کے ساتھ نہایت سخت ظلم وستم روا رکھے۔ اور ان کو خوب جی بھر کر لوٹا مگر ہندوستان کے مسلمان خصوصیت سے ایسے بےکس و مجبور تھے کہ سابق شریف مکہ کی سفاکیوں اور قزاقیوں کا کوئی علاج اور بندوبست نہ کرسکے۔

اس کے بعد قدرت نے سلطان ابن سعود نجدی کو بھیجا جس نے سابق شریف

مکہ کو نہایت ذلت و خواری کے ساتھ مکہ معظمہ سے نکال دیا۔ اور خود مکہ معظمہ اور طائف پر قابض ہو گیا۔ اور سابق شریف مکہ کا بیٹا صرف جدہ کے بندرگاہ اور مدینہ منورہ پر قابض رہا۔ جہاں ابتک لڑائیاں ہو رہی ہیں۔ (مدینہ منورہ پر اب نجدی قبضہ ہو گیا ہے)

نجد کے باشندے سالہا سال سے وہابی ہیں، اور ان کے مورث اعلیٰ عبدالوہاب نجدی ہی کے نام سے تمام دنیا کے وہابی منسوب ہیں۔ یعنی ان کو عبدالوہاب کے نام کی نسبت سے وہابی کہا جاتا ہے۔

نجدیوں کے عقائد ہندوستانیوں سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ کیونکہ یہاں بھی بہت سے وہابی موجود ہیں۔ اور دن بدن بڑھتے جاتے ہیں۔ اگر تعصب نہ کیا جائے۔ اور محققانہ نظر سے دیکھا جائے تو وہابیہ تحریک اصول کے لحاظ سے کوئی بری تحریک نہیں ہے۔ بلکہ اسلام اور مسلمانوں کے اندر ایک نئی زندگی اور نیا جوش پیدا کرنے والی چیز ہے۔ کیونکہ وہابی ان تمام باتوں سے احتیاط کرنی چاہتے ہیں۔ جو مسلمانوں میں تمادی ایام کے سبب بعض اقوام کے ذاتی رسم و رواج اور بعض ملکوں کے خاص حالات کی آمیزش سے پیدا ہو گئے ہیں۔ وہ اپنے ہر دینی اور دنیاوی کام میں قرآن اور حدیث سے سند لینی چاہتے ہیں۔ اور وہ نماز روزے اور تمام فرائض اسلام کی اس طرح پابندی کرنے کا ارادہ کرتے ہیں۔ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام پابندی کرتے تھے، وہابیوں کے اندر غیر مسلم اقوام کے خلاف ایک انقلابی لہر پائی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ آج کل کے زمانہ میں اکثر یورپین مورخوں نے لکھا ہے کہ تجدید اسلام کی جسقدر تحریکیں دنیا میں نمودار ہوتی ہیں ان سب کی جڑ بنیاد وہابیت ہوتی ہے۔ اور میں نے جب ان یورپین لوگوں کی کتابوں کے ترجمے پڑھے اور دلائل اور وجوہات اور قرائن پر غور کیا تو مجکو بھی یورپین مورخوں کے اس دعوے میں صداقت نظر آئی کیونکہ ہندوستان میں بھی جسقدر دینی تحریکیں

شروع ہوئیں، ان کی شروعات وہابیت سے ہوئی، چنانچہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی پہلے وہابی ہوئے، اس کے بعد مسیح اور مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور ان کے قبول کرنے والے بھی عموماً وہی مسلمان تھے جو وہابی تھے۔ یا جن کا میلان وہابیت کی طرف تھا۔

ایسے ہی اہل قرآن کا فرقہ بھی وہابیوں سے نکلا۔ جس کے بانی پہلے وہابی تھے۔ پھر ایک نئے فرقہ کے موجد ہوئے۔

مگر ان خوبیوں کے باوجود وہابی تحریک بلحاظ نتائج اسلام کا دائرہ تنگ کرنے والی ثابت ہوئی۔ کیونکہ وہابی اپنے خیالات اور عقائد میں اس قدر ضدی اور خشک مزاج اور تنگ نظر ہوتے ہیں۔ جو اسلام کو غیر مسلم اقوام کے سامنے ایک خوفناک ہوّا بنا کر پیش کرتے ہیں۔ اور جن کی صورتیں بھی خاص قسم کی ہوتی ہیں۔ اور جن کی باتیں بھی نہایت محدود خیالی اور سختی اور کرختگی ظاہر کرتی ہیں وہ ڈاڑھیاں بڑھاتے ہیں۔ مگر ڈاڑھی منڈے مسلمانوں سے از حد نفرت بھی کرتے ہیں۔ وہ مونچھیں منڈاتے ہیں، مگر لمبی مونچھوں والے مسلمانوں کے پیچھے قینچیاں لئے ہوئے بھی دوڑے دوڑے پھرتے ہیں۔ ان کے پائجامہ ٹخنوں سے اونچے نہیں بلکہ آدھی پنڈلیوں تک ہوتے ہیں۔ وہ نماز کا گٹہ ماتھے پر دکھانے کے لئے اور سِیمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ کا مصداق بننے کے لئے اپنی پیشانیوں کو زمین پر زور زور سے رگڑتے ہیں۔ وہ نماز میں ٹانگیں چیر کر ہاتھ چھاتی پر رکھکر اور اس طرح اکڑ کر کھڑے ہوتے ہیں جو عاجزی اور انکساری اور خدا کے سامنے فروتنی کے بالکل خلاف معلوم ہوتا ہے۔

وہ میلاد شریف کو نہیں مانتے نذر نیاز کے مخالف ہیں۔ عرس و قوالی سے اختلاف رکھتے ہیں۔ اور نماز میں زور سے آمین کہنا اور رفع یدین کرنا ہی ان کو

سب سے بڑا اسلام اور سب سے بڑی اسلامی پابندی معلوم ہوتی ہے۔

نجدی وہابیوں اور ہندوستانی وہابیوں میں ایک فرق بھی ہے۔ نجدی وہابی اپنے آپ کو حضرت امام احمد حنبلؒ کا مقلد کہتے ہیں۔ مگر ہندوستان کے وہابی کسی امام کو نہیں مانتے اور پوری غیر مقلدی کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو اہل حدیث کے نام سے پیش کرتے ہیں۔

ہندوستان کے اہل حدیث تو وہابیت کے کوٹھے پر چڑھے ہوئے ہیں۔ مگر کچھ وہابی ایسے بھی ہیں۔ جو ابھی وہابیت کے زینے تک پہونچے ہیں۔ اور تقلید کے قایل ہیں۔ اور ان میں سے بعض چشتیہ خاندان میں پیری مریدی بھی کرتے ہیں۔ ان کو عرف عام میں دیوبندی کہا جاتا ہے۔ اور اب ان دیوبندی وہابیوں کے غیر مقلد بنے یا بام عروج تک پہنچنے کا کوئی قرینہ نظر نہیں آتا۔ کیونکہ اس جماعت نے اپنی ایک مستقل صورت اختیار کرلی ہے۔

سیاسی معاملات میں عجیب بات یہ ہے کہ غیر مقلد وہابی ایام خلافت میں حکومت کے موالی رہے۔ حالانکہ وہابیت کی تحریک ہر غیر اسلام حکومت سے نفرت اور بیزاری سکھاتی ہے۔ مگر دیوبندی وہابی ملکی سیاسیات میں سب کے سب حکومت سے تارک موالات ہوگئے تھے۔ اور ان کی جمعیت علمار اب بھی موالات کی تارک ہے۔

اس دیوبندی جماعت میں غیر مقلد وہابیوں کے برخلاف خیالات کی وسعت اور مسلمانوں کی ضروریات کا احساس اور سیاسی انہماک بہت زیادہ ہے۔

ایک قسم وہابیوں کی نئی نمودار ہوئی ہے، ان کو نیچری وہابی کہنا چاہیے انکے بانی مولانا شبلی مرحوم تھے۔ اور ان کے بعض شاگرد اس نیچری وہابیت کے داعی اور مبلغ ہیں۔ مگر ان میں دیوبندی وہابیوں سے بھی زیادہ خیالات کی وسعت اور سیاسی احساسات کی افزونی ہے۔

زمانہ کے دستور کے موافق ان مختلف اقسام کی وہابیہ تحریکوں کے مقابلہ میں صوفیانہ خیال کے مشائخ اور علماء میں بھی ایک گروہ پیدا ہوا۔ جس نے اپنا شیوہ وہابیوں کی طرح نہایت ضد اور سختی کا بنا لیا۔ ان لوگوں کا مرکز بریلی اور بدایوں ہے۔ یہ لوگ بھی اہل تصوف کے عقائد اور مراسم کی حمایت ایسے درشت لہجہ اور بے سلیقہ انداز میں کرتے ہیں۔ کہ تصوف غیروں کو توہمات کا مجموعہ اور شرک و بدعت کا خزانہ معلوم ہونے لگتا ہے۔ انہوں نے اپنے قلم سے کفر سازی کے ایسے کارخانے بنائے ہیں جہاں روزانہ بے شمار کافر ڈھالے جاتے ہیں۔

آخر اس اندھیر نگری میں وہ وقت بھی آیا۔ کہ ابن سعود نے مدینہ منورہ پر فوجیں بھیجیں۔ تاکہ سابق شریف کا قبضہ وہاں سے اٹھا دیا جائے۔ اور سابق شریف کے بیٹے نے ہندوستانی مسلمانوں کو احمق اور بے وقوف بنانے کے لئے معقول رقمیں دیکر کچھ ایسے آدمیوں کو یہاں بھیجا۔ جنھوں نے بعض اشخاص اور بعض اخبارات کو رقمیں تقسیم کیں۔ اور بعض اشخاص اور اخبارات جو رقموں کے لالچ میں نہ آنے والے معلوم ہوئے۔ ان کو مذہبی جذبات کے ذریعہ ابن سعود کے خلاف بھڑکایا۔ شریف مکہ کے آدمی اور شریف اور تمام حجاز اور عراق کے باشندے جو ذرا بھی عقل رکھتے ہیں ہندوستان کی ذہنیت اور سائیکالوجی سے خوب واقف تھے۔ اور جانتے تھے۔ کہ ہندوستانی مسلمان بہت جلدی معمولی فقرہ بازیوں سے مشتعل ہو سکتے ہیں اور معمولی دم جھانسوں سے ان کو ٹھنڈا اور مطمئن کیا جا سکتا ہے۔

چنانچہ انھوں نے ہندوستان میں آکر چند ہفتوں کے قیام میں انقلاب پیدا کر دیا۔ رشوت یافتہ اشخاص و اخبارات کا اثر تو یہاں کچھ بھی نہ تھا۔ مگر جب حضرت مولانا عبد الباری صاحب جیسے بزرگ اور عالم کی شخصیت بھی ان سے متاثر ہو گئی۔ جو نہایت ہی سچے، مخلص اور جوشیلے ایمان دار ہیں۔ اور ان کو

صَوْتُ الْاِیْمَانْ کہنا بالکل حق بجانب ہے تو حضرت مولانا صوت الایمان کا خلوص اِن کی پیرو جماعت پر اثر انداز ہو گیا۔ اور وہ بھی سب ابن سعود کے مخالف اور شریف مکہ کے حامی ہو گئے۔

دوسری طرف بریلی کے مرکز میں اور بدایوں کے مرکز میں محض اس وجہ سے اشتعال ہوا کہ ابن سعود کی شخصیت کے ساتھ وہابی کا لفظ بھی لگا ہوا تھا۔ اور بریلی اور بدایوں کسی ایسی شخصیت یا تحریک کی تائید کرنے کے ناقابل ہیں۔ جس کے ساتھ وہابیت کا لفظ لگا ہوا ہو۔ اور چونکہ بریلوی اور بدایونی علمار کے ہم خیال بھی ہندوستان میں بکثرت آدمی ہیں۔ خاصکر پنجاب کے ایک نقشبندی صوفی صاحب تو بہت ہی زیادہ وہابی کشتن پر زور دیتے ہیں۔ اس واسطے مسلمانوں کا ایک بہت بڑا گروہ ان سب حضرات مذکور کی رہنمائی میں مشتعل ہو گیا۔ اور ہندوستان کے ہر شہر اور ہر قصبہ اور ہر گاؤں میں وہابیت کے خلاف ایک آگ بھڑک اٹھی۔ اور شریف کی مناد طاہر الدباغ صاحب چند روز میں کامیاب ہو کر انگریزی اخبارات کے نامہ نگاروں سے یہ کہتے ہوئے بمبئی سے روانہ ہو گئے۔ کہ "مجھے یہاں جو کام کرنا تھا وہ کر دیا۔ اور اس کا نتیجہ بھی بہت جلدی دیکھ لیا۔ کہ ابن سعود کے خلاف تمام ہندوستان میں آگ لگی ہوئی چھوڑ کر جاتا ہوں"۔

چونکہ طاہر دباغ اور ان کے آدمیوں نے یہ بھی مشہور کیا تھا کہ نجدیوں نے اہل بیت کے مزارات کے ساتھ بھی گستاخیاں کیں۔ اس واسطے ہندوستان کے اکثر نامور شیعہ مجتہدین بھی ابن سعود کے خلاف ہو گئے۔

ان واقعات کی تاریخ بیان کرنے بعد اب مجھے اپنا حال بھی بیان کرنا چاہئے کہ میں نے اس عالمگیر جوش و اشتعال میں اس جماعت کا ساتھ نہیں دیا۔ جو ابن سعود کی مخالف تھی۔ اور ان خبروں پر یقین نہیں کیا۔ جو شریف کے آدمیوں نے مدینہ منورہ

کی نسبت غلط مشہور کی تھیں۔ بلکہ ایک پیرایہ سے ابن سعود کی حمایت کی۔ اور اس کی تائید میں اشتہارات شائع کئے۔ اور جہاں تک میرے رفیقوں نے اطلاعیں دی ہیں یا میرے مخالفوں نے خفگی آمیز خط لکھے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت سب سے کامیاب اور موثر حمایت میرے اشتہاروں نے کی۔ اور ابن سعود کے خلاف لاکھوں آدمیوں کو جسقدر جوش تھا۔ وہ یکلخت بدل گیا۔ کیونکہ میرے رفیقوں نے میرے اردو اشتہارات بھی ہزار ہا تقسیم کئے اور عام مجمعوں کو پڑھکر سنائے اور ان کے گجراتی اور سندھی ترجمے بھی فوراً کثیر تعداد میں پھیلا دئے گئے۔ گویا میرا کام ابن سعود کا سب سے بڑا مددگار اور کامیاب مددگار اور سابق شریف مکہ کے بیٹے کا سب سے بڑا اور سب سے کامیاب مخالف ثابت ہوا۔

مگر مجھے صفائی سے لکھدینا چاہئیے کہ میں وہابی تحریک اور نجدی عقائد کا پورا مخالف ہوں۔ اور ابن سعود نے جو کچھ طائف میں یا مکہ معظمہ میں غلطیاں کیں۔ یعنی مزارات کو توڑا۔ اور قبوں کو مسمار کیا۔ ان کو میں قطعی اپنے عقائد کے خلاف اور ابن سعود کی یا اس کی فوج کی غلطی سمجھتا ہوں۔ اور میں ابن سعود کے اس جواب کو قطعی ناکافی خیال کرتا ہوں۔ کہ قبوں اور مزارات کا قرآن وحدیث سے ثبوت نہیں ملتا۔ ثبوت ملے یا نہ ملے یہ ایک الگ چیز ہے۔ ابن سعود کو اور اس کی فوج کو مسلمانوں کی ایک مشترکہ امانت میں مداخلت کرنے کا اور رخنہ انداز ہونے کا حق ہی کب تھا۔

وہ ہندوستانیوں سے یا دنیا کے اور مسلمانوں سے یہ ہرگز نہیں کہہ سکتا۔ کہ قبوں اور مزارات کا ثبوت قرآن وحدیث سے دو تو ان کو دوبارہ بنوا دیا جائے گا۔ کیونکہ مکہ اور مدینہ ایسے مقامات ہیں جو دنیا کے مختلف عقائد اور مختلف خیالات کے مسلمانوں کا مرکز ہیں۔ اور وہاں ہر فرقے اور ہر عقیدے والے کو اپنے عقائد کے مراسم ادا کرنے میں آزادی حاصل ہے۔ اور مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں ان

سب فرقوں کی جو تمام دنیا میں آباد ہیں بچہ یادگاریں اور کچھ امانتیں ہیں اور وہ شخص امین نہیں ہو سکتا۔ جو مسلمانوں کی جمہوری امانتوں میں خیانت کرے۔ اس واسطے یہ بحث بالکل فضول ہے کہ قرآن و حدیث سے قبوں اور مزارات کا ثبوت دیا جائے کیونکہ ابن سعود کو یا اس کے ہم خیالوں کو اپنے گھر کے اندر ہر بات کہنے اور کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ مگر وہ مکہ اور مدینہ میں کوئی حرکت جمہور مسلمانوں کی مرضی اور اجازت کے بغیر نہیں کر سکتا۔ اس واسطے اس نے جسقدر قبے طائف میں یا مکہ معظمہ میں توڑے ہیں یا تاریخی یادگاروں کو مسمار کیا ہے۔ ان کو فوراً تعمیر کرا دینا چاہیئے۔ ورنہ قدرت کا غیبی ہاتھ اس قوت کو توڑ ڈالے گا۔ اور مسمار کر دے گا۔ جو مسلمانوں کی جمہوری امانتوں کا خائن ہو گا۔

میں وہابی نہیں ہوں نہ وہابیت کی مذکورہ شاخوں سے کسی قسم کا تعلق رکھتا ہوں۔ بلکہ میں اپنے بزرگوں کے تمام عقائد اور اصولی مسلمات کو دل و جان سے مانتا ہوں۔ اور میں **قبوں اور مزارات کا پختہ بنانا ضروری سمجھتا ہوں**"۔

اخبار زمیندار میں قبوں کی نسبت میرے جو کچھ خیالات کسی نامہ نگار نے شائع کرائے ہیں۔ ان میں بہت مبالغہ ہے۔ بیشک حضرت محبوب الٰہیؒ صاحب نے یہ فرمایا تھا کہ میں گنبد میں دفن ہونا نہیں چاہتا میری قبر کے لئے آسمان کا گنبد کافی ہے۔

اور بے شک حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے از راہ عاجزی و انکساری اپنے لئے گنبد اور قبے بنوانے پسند نہیں۔ لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ اولیاء اللہ قبوں اور گنبدوں کو ناجائز سمجھتے تھے۔ کیونکہ خود حضرت محبوب الٰہیؒ نے اپنے پیر حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کا قبہ اپنے ذاتی اہتمام سے بنوایا تھا۔ اور حضرت خواجہ قطب الدین صاحبؒ نے اپنے پیر حضرت خواجہ

معین الدین چشتی اجمیریؒ کے مزار کا قبہ بھی اپنی زندگی میں دیکھا ہوگا۔ کیونکہ سنا ہے کہ حضرت کا قبہ فوراً بن گیا تھا۔

میں ابن سعود کی حمایت اس وجہ سے نہیں کرتا۔ کہ طائف اور مکہ معظمہ کے ان افعال کو جائز سمجھتا ہوں جو ابن سعود کی فوج نے مزارات اور قبوں کی مسماری کی شکل میں کئے۔ بلکہ میں نے اس کی تائید اس وجہ سے کی کہ مدینہ منورہ کی نسبت جسقدر جھوٹی خبریں شریف کے آدمیوں نے مشہور کی تھیں ان کو میں بعض اندرونی حالات کی معلومات کے سبب غلط اور جھوٹ سمجھتا تھا، اور مجھے ابن سعود کے اس وعدہ پر بھی پورا یقین واعتماد تھا کہ وہ مدینہ منورہ میں کوئی بے ادبی اور گستاخی نہ کرے گا۔ اور سب سے بڑی وجوہات ابن سعود کی حمایت کرنے کی یہ ہیں کہ ایک تو میرا ضمیر اور میرا ایمان پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ ابن سعود حجاز مقدس کو اغیار کے ہر نجس اثر سے پاک کرنے والا ہوگا۔ اور دوسرے یہ کہ مجکو شریف کے مقابلہ میں جس کا تجربہ سالہاسال تک ہو چکا تھا ابن سعود سے بہت زیادہ اچھی توقعات تھیں۔ اور ان توقعات میں اب بھی کسی قسم کا فرق نہیں آیا ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ابن سعود کے ہاتھوں سے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ اور تمام ملک حجاز بلکہ ساری عرب قوم کی ایک بہت بڑی خدمت لینے والا ہے۔ بلکہ میرا ضمیر تو یہانتک کہتا ہے کہ ابن سعود ہی تمام دنیا کے مسلمانوں میں ایک عالمگیر اخوت اور یک جہتی پیدا کرنے والا اور اصلاحی تحریک کا مجدد ہوگا۔

ان تمام وجوہات کے علاوہ ایک وجہ میرے تائید کرنے کی یہ بھی ہے کہ میں ابن سعود کی مخالفت کو ہندوستانیوں کے لئے بالکل بے نتیجہ اور جگ ہنسائی کا موجب سمجھتا تھا۔ اور سمجھتا ہوں۔ ہم سب نے مل کر اتنی مدت تک سابق شریف مکہ کی مخالفت کی تو اس کا کیا بگاڑ لیا۔ اور اب ابن سعود کی مخالفت کریں گے تو اس کا کیا

بگاڑلیں گے۔ اس واسطے ابن سعود کے خلاف جلسوں اور تقریروں اور تحریروں کو بالکل فضول اور بے نتیجہ سمجھتا تھا۔ اور سمجھتا ہوں۔ اگر ابن سعود سے گزشتہ خطاؤں اور فروگزاشتوں کا عوض لینا ہے۔ یعنی قبوں اور مزارات اور تاریخی یادگاروں کو بنوانا اور محفوظ رکھوانا ہے تو اس کے لئے یہ دشنام بازیاں اور یہ اشتعال انگیز تحریریں کچھ بھی نہیں کرسکتیں۔ عقل اور حکمت کا طریقہ یہ ہرگز نہیں ہے۔ جو ابن سعود کے مخالفوں نے اختیار کیا ہے۔ بلکہ یہ ہے کہ وہ نرمی اور مصالحت کے انداز سے ابن سعود کو مطلع کریں۔ کہ اس کے فلاں فلاں کام جمہور مسلمانوں کی مرضی اور عقیدت کے خلاف ہیں۔

میں سمجھتا تھا اور سمجھتا ہوں کہ ہندوستان میں مسلمانوں کے موجودہ حالات اس خانہ جنگی کے موافق نہیں ہیں۔ اس وقت تو ہم سب آریہ سماج کے شدید حملوں میں محصور ہیں۔ اور ہم کو اپنی زندگی اور اپنی جائداد اور اپنے ایمان سب ہی کا خطرہ پیش آرہا ہے۔ ایسے وقت میں شریفی اور سعودی پارٹیوں کا بننا اور آپس میں لڑنا ہندوستان میں مسلمانوں کی ہستی کو جڑ بنیاد سے کھود کر پھینک دیگا۔ اور تاریخوں میں ایک افسانہ رہ جائے گا۔ کہ

وہ مسلمان جو ساڑھے سات کروڑ کی تعداد میں یہاں رہتے تھے
اور جو اپنی بے وقوفی سے آپس میں لڑے۔ اور آریہ سماج نے
ان کو یہاں سے جلاوطن کر دیا۔ ہندوستان میں اب نہیں ہیں۔

میں نہ کبھی خلافت کمیٹی کا ممبر ہوا۔ نہ اب ہوں۔ نہ آئندہ ہونے کا ارادہ ہے۔ اس واسطے میں نے ابن سعود کی حمایت خلافت کا فرض سمجھکر بھی نہیں کی اور نہ میں اراکین خلافت سے کوئی خاص تعلق یا سمجھوتہ ابن سعود کے معاملہ میں کرنا چاہتا ہوں۔

ہاں مجھے یہ کہنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ابن سعود کے مخالف ابن سعود کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ البتہ ابن سعود کے حامی عجب نہیں کہ ابن سعود کو کوئی خوفناک نقصان پہنچا دیں۔ اسوقت چار قسم کے آدمی ابن سعود کی حمایت کر رہے ہیں۔ ایک اہل حدیث وہابی یعنی غیر مقلد۔ ایک حنفی وہابی یعنی دیوبندی۔ ایک نیچری وہابی یعنی ندوی۔ اور ایک خلافت والے۔ مگر میرا خیال ہے کہ سوائے خلافت والوں کے یہ تینوں وہابی سعودی حمایت کے جوش میں غلط راستے پر جا رہے ہیں۔ یہ لوگ اپنی دانست میں قبوں اور مزارات کے خلاف فتوے اور مضامین لکھکر ابن سعود کے افعال کی حمایت اور تائید کر رہے ہیں۔ لیکن یہ نہیں جانتے کہ وہ اپنی قلم اور اپنی زبان سے ابن سعود کی جڑ کھود رہے ہیں۔ اور ہندوستان میں خود اپنی قبر کھود رہے ہیں۔ قبوں اور مزارات کے خلاف فتوے شائع کرنا اور مضامین لکھنا اس جماعت کی قوت تشہیر کو مضبوط کر رہا ہے۔ جو ہندوستان میں ابن سعود کی مخالفت کرنا کسی وجہ سے اپنا فرض سمجھتی ہے۔ وہ عوام کو یقین دلائے گی کہ وہابی ان فتووں اور ان مضامین کی آڑ میں روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معاذاللہ شہید کرنا چاہتے ہیں۔ اور اگر یہ خیال عوام مسلمانوں کے ذہن نشین ہو گیا تو اس قدر سخت خونریزی ہوگی کہ زمین کے پردہ پر نہ ابن سعود اور اس کی فوج کا نام و نشان باقی رہے گا۔ نہ کسی غیر مقلد یا دیوبندی یا نیچری وہابی کا وجود باقی رہے گا۔ سب حرف غلط کی طرح مٹ جائیں گے۔ اور مٹا دیئے جائیں گے وہابیوں کو اپنی تعداد اور اپنی طاقت کا غلط اندازہ نہ کرنا چاہیئے۔ وہ دنیا میں گنتی کے چند آدمی ہیں۔ اور وہ نہیں جانتے کہ مسلمانوں کی غالب تعداد قبوں اور مزارات کی حامی ہے۔ صدیوں کے عقائد اور خیالات ان فتووں اور مضامین سے بدل نہیں سکتے۔ کیا ہندوستان کے وہابی دوستی کی آڑ میں ابن سعود کو بدنام

اور رسوا کرنا چاہتے ہیں؟ کیا ہندوستان کے وہابیوں کو ہندوستان میں اپنی زندگی دوبھر ہوگئی ہے؟ وہ سوتی ہوئی طاقتوں کو نہ جگائیں۔ وہ ان قوتوں کو بیدار نہ کریں۔ جو جاگنے کے بعد تمام دنیا میں تہلکہ ڈال سکتی ہیں۔

مجھے نہایت صدمہ ہوا جب میں نے مولانا ثناء اللہ صاحب جیسے عقلمند اور عاقبت اندیش غیر مقلد عالم کے قلم سے لکھا ہوا اخبار ہمدم میں ایک مضمون دیکھا جس میں وہ لکھتے ہیں کہ جس طرح سلطان محمود غزنوی نے سومنات کی مورت کو توڑا اسی طرح ابن سعود حجاز کے بتوں کو توڑ رہا ہے: کاش مولانا سمجھ سے کام لیتے اور ایسا مضمون نہ لکھتے یہ نہایت گستاخانہ مضمون ہے۔ اور اس کو کوئی مسلمان افسوس کئے بغیر نہیں پڑھ سکتا۔

اور مجھکو جناب مولانا کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ علمائے ہند سے بھی بہت شکوہ ہے کہ انھوں نے بھی اس نازک وقت میں قبوں اور مزارات کے خلاف فتویٰ شائع کیا ہے میں تو ان کو ہندوستان کے اکثر بلکہ اپنے دیکھے اور سمجھے ہوئے سب علماء سے زیادہ نہایت ہی عقیل اور فہیم اور عاقبت اندیش سمجھتا تھا۔ مگر انھوں نے یہ فتویٰ شائع کرکے معلوم نہیں اپنی مسلمہ دور اندیشی کو کہاں گم کر دیا۔ اگرچہ ان کے فتوے کے الفاظ نہایت احتیاط آمیز ہیں۔ مگر اس وقت ایسے فتوؤں کی قطعی ضرورت نہ تھی۔ ان کے فتوے اور دیگر سب وہابیوں کے فتوے اور سب وہابیوں کے مضامین ایسے ہی بے نتیجہ ہوں گے جیسا کہ آج کل ان کی عقل اور ان کی ہستی ابن سعود کے لئے بے نتیجہ ثابت ہو رہی ہے۔ قبوں اور مزارات کی عظمت اور سلامتی ان بے نتیجہ کاغذی دھجیوں سے کم نہیں ہو سکتی۔ قبوں اور مزارات کا اقتدار جیسا ہے، اور جیسا تھا ویسا ہی رہے گا۔ بلکہ بڑھے گا۔ اور اس کو گھٹانے والے خود نابود ہو جائیں گے۔

آخری اعلان

اب مجھے اپنے نادان وہابی بزرگوں اور دوستوں کو آزادانہ نصیحت

کرنے کے بعد ان بزرگوں اور دوستوں سے بھی کچھ عرض کرنا ہے۔ جو ابن سعود کے خلاف جلسے کرکے خواہ مخواہ اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔ اور مسلمانوں میں باہمی فساد اور خانہ جنگی کے اسباب دانستہ مہیا کر رہے ہیں۔ ان کے ان جلسوں اور ان تقریروں اور ان تحریروں سے کچھ بھی نہ ہو سکے گا۔ ابن سعود مدینہ شریف اور جدہ کو ضرور شریف کے قبضہ سے نکال لے گا۔ اور ابن سعود یقیناً تمام حجاز بلکہ اور ممالک کا بھی حکمران ہو جائے گا۔ آپ لوگ چاہے گھور کر دیکھیں چاہے غصہ سے منہ میں کف لائیں چاہے گالیاں دیں۔ چاہے عورتوں کی طرح بیٹھکر گھر میں کوسیں۔ ابن سعود کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ اور وہ ضرور کامیاب ہوگا۔

البتہ میں اعلان کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ آپ کی اور وہابیوں کی ذاتی عداوتوں اور ذاتی اقتدار پسندیوں کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ آریہ سماج کا زور دس گنا بڑھ جائے گا۔ اور فتنہ ارتداد میں ایک نئی زندگی پیدا ہوگی۔

مگر اس سے بھی زیادہ یہ نتیجہ نکلے گا کہ آپ ہی دونوں جماعتوں سے ایک تیسری **خارجی** جماعت نمودار ہوگی۔ جو آپ کے اور وہابیوں کے ہر شورش پرست اور فتنہ انگیز رہنما کے قتل اور تباہی کو اپنا دینی فرض اور اپنی نجات کا باعث سمجھے گی جس طرح حضرت علیؓ اور امیر معاویہ کی خانہ جنگیوں سے عاجز ہو کر ایک تیسرا گروہ خارجیوں کا نکل آیا تھا۔ ایسا ہی ہندوستان میں عنقریب جدید قسم کے خارجی پیدا ہونے والے ہیں۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو سیاسی لیڈروں اور علماء و مشائخ اور مجتہدین کی وجاہت پرستیوں اور باہمی فتنہ فساد سے عاجز آ گئے ہیں۔ اور انھوں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ یہ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانیں گے۔ اسوقت اور ایسے نازک زمانہ میں جبکہ ہندوستان میں اسلام کو سخت خطرہ کا سامنا ہے اور مسلمانوں کے پیشوا آنکھیں بند کئے ہوئے مسلمانوں کو آپس میں لڑائے جاتے ہیں

اسلام کی خدمت اسی میں ہے کہ ان مفسدوں کو فی النار کردیا جائے۔ کیونکہ زبانی نصیحتوں کی حد ہو چکی ہے۔

لہذا خیر اسی میں ہے کہ سعودی اور شریفی دونوں جماعتیں ابن سعود اور شریف کے جھگڑے کو خیرباد کہکر پہلے اپنی ملکی ضروریات اور قومی ضروریات کی طرف متوجہ ہوں۔

الحمدللہ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی اور میں نے یہ نصیحت نامہ ہر بزرگ اور ہر دوست اور ہر قرابت دار اور ہر قوت سے بیخوف ہوکر پورے اخلاص اور پوری سچائی اور پوری آزادی اور پوری دلیری اور پوری سختی اور تیزی کے ساتھ لکھوایا۔ اور اسی کے فضل نے مجھکو اس قابل کیا کہ میں آئندہ اس سے زیادہ سعی اور کوشش مسلمانوں کے باہمی ارتباط و اتحاد کے لئے کرتا رہوں گا۔

یہ مضمون رسالہ گردسیوک دہلی کے لئے لکھا گیا تھا۔ اور ایڈیٹر صاحب کی اجازت سے اس کو علیحدہ بھی شائع کیا جاتا ہے۔ تاکہ تمام ہندوستان اور بیرون ہندوستان کی تبلیغی اشاعت میں شریک ہوکر مسلمانان عالم کو میرے خیالات سے آگاہ اور واقف کردے۔ اور وہ شریفی وسعودی فرقہ بندیوں سے علیحدہ ہوکر اپنی پوری قوت آریہ سماج کے مقابلہ میں اور ان کے حملہ سے اسلام کے بچاؤ میں مصروف ہو جائیں۔

میری بدقسمتی ہے کہ ایسے وقت جبکہ تین سال لگاتار کام کرنے سے اب مسلمانوں کو فتنۂ ارتداد سے بچنے کا احساس پیدا ہونا شروع ہوا تھا۔ کہ جناب دباغ کی عنایت سے مسلمانوں میں یہ نیا شاخسانہ کھڑا ہوگیا۔ اور سب مسلمان ایکدم فرائض تبلیغ سے غافل ہوکر اس باہمی جھگڑہ میں مبتلا ہوگئے۔

کہا جاتا ہے کہ مجھکو ابن سعود نے رشوت بھیجی ہے۔ اس واسطے میں اس کی

حمایت کررہا ہوں مگر حالت یہ ہے کہ ابن سعود میرے نام سے بھی واقف نہیں ہے۔ نہ اس کا کوئی بیرونی ایجنٹ میرا آشنا ہے۔ نہ اس نے مجھے روپیہ دیا۔ نہ خط لکھا۔ نہ تار بھیجا۔ نہ خلعت بھیجا۔

میں نے تو محض ہندوستان کے مسلمانوں کو ایک بے نتیجہ اور فضول فساد سے روکنے کے لئے ان کے فائدے کی ایک بات بتائی تھی۔ کیونکہ میں نے پورے غور کے بعد سمجھ لیا تھا کہ ہندوستانی مسلمانوں کا فائدہ اسی میں ہے کہ وہ نہ شریف کی حمایت کریں۔ نہ ابن سعود کی مخالفت کریں۔ بلکہ وہ جلسے کرکے ابن سعود کو مزارات ومقامات مقدسہ کی بے حرمتی سے روکیں۔ یعنی اس کو خطوط اور تاروں کے ذریعہ اطلاعات دیں۔ کہ فلاں فلاں باتیں جمہور مسلمانوں کے خلاف ہیں۔ آپ کو یہ افعال نہ کرنے چاہئیں۔ اور ابن سعود اس قدر عقیل وفہیم آدمی ہے کہ وہ ضرور خلاف جمہور امور سے باز آجائے گا۔ والسلام

راقم حسن نظامی

۲۷۔ صفر ۱۳۴۴ھ ۱۷۔ ستمبر ۱۹۲۵ء

